WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورۃ قریش

نام : اس سورہ پاک کا نام قریش ہے یہ کلمہ اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔ اس کے کلمات کی تعداد سترہ اور حروف کی تعداد تہتر ہے۔

زمانۂ نزول : اگرچہ ضحاک اور کلبی کی رائے میں یہ سورت مدنی ہے لیکن جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا نزول مکۂ مکرمہ میں سورۃ الفیل کے بعد جلد ہی ہوا مضمون کی یگانگت اور کلمات کا باہمی تعلق بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے انہیں دو علیحدہ علیحدہ سورتوں کے بجائے ایک سورت ہی شمار کیا ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے جو نسخے کتابت کرائے تھے ان میں ان دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ مرقوم ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دو الگ الگ سورتیں ہیں۔

مضامین : اس میں قریش پر اپنے عظیم احسانات کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے اور ان احسانات کو یاد دلانے کے بعد انہیں اپنے رب کریم کی عبادت کی دعوت دی جا رہی ہے۔

قریش عرب کا ایک مشہور اور معزز ترین قبیلہ ہے۔ اس کا اطلاق نضر کی اولاد پر ہوتا ہے جس کا نسب نامہ یہ ہے: نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ بعض علماء کے نزدیک نضر کے پوتے فہر بن مالک کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی اسی قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ ارشاد ہے: اِنَّا وُلْدُ نضر بن کنانہ لَا نَقْفُو اُمَّنَا وَلَا نَنْتَفِی من ابینا (قرطبی)۔ یعنی ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں نہ ہم اپنی ماؤں کو متہم کرتے ہیں اور نہ اپنے باپوں سے اپنے نسب کی نفی کرتے ہیں یعنی ہمیں اپنی ماؤں کی عفت پاکی اپنے باپوں کی شرافت و بزرگی دونوں پر ناز ہے۔ دوسرا ارشاد ہے: واثلہ بن اسقع راوی ہیں، قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اسمٰعیل وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِی کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِی ھَاشِم وَاصْطَفَانِی مِنْ بَنِی ھَاشِم۔

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ کنانہ کے بیٹے نضر کی اولاد قریش کہلائی۔

کنانہ کے دوسرے بیٹوں کی اولاد کا شمار قریش میں نہیں ہوتا۔

وجہ تسمیہ : قبیلہ قریش کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں۔

۱۔ یہ تقرش سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی التجمع والالتئام، کسی کا منتشر و متفرق ہو جانے کے بعد اکٹھا اور مجتمع ہو جانا۔ قریش کا قبیلہ پہلے سارے عرب میں منتشر تھا قصی بن کلاب نے انہیں مکہ مکرمہ میں یکجا کیا اور حرم کے پڑوس میں آباد کیا۔ شاعر کہتا ہے :

ابونا قصی کان یُدعٰی مُجمّعا   بہٖ یجمع اللہ القبائل من فھر

ہمارا باپ قصی ہے جسے مجمّع کہا جاتا ہے فہر کی اولاد کے قبائل کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ جمع کیا۔

۲۔ یہ تقرش سے ماخوذ ہے جس کا معنی تکسب ہے۔ کیونکہ قریش تجارت پیشہ تھے اور اس طرح اپنا رزق خود کمایا کرتے تھے، اس لیے انہیں قریش کہا گیا۔

۳۔ قرش کا ایک اور معنی تفتیش اور تلاش ہے۔ اس قبیلہ کا یہ شیوہ تھا کہ حاجیوں کی ضروریات و مشکلات کے بارے میں تجسس کیا کرتے تھے اور جب انہیں پتہ چلتا تو ان ضروریات کو پورا کرنے اور ان مشکلات کو دور کرنے کی حتی الامکان سعی بلیغ کرتے۔ اس لیے ان کو قریش کہا گیا۔

۴۔ یہ قول حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابن عباس سے قریش کی وجہ تسمیہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا : لدابۃ فی البحر من اقوی دوابہ یقال لھا القرش تاکل ولا توکل وتعلو ولا تُعلیٰ : سمندری جانوروں میں سے ایک بڑے طاقتور جانور کو قرش کہتے ہیں جو دوسرے جانوروں کو ہڑپ کر جاتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ مقابلہ میں وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی اپنی شہرہ آفاق تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں : عبد مناف کے چار فرزند تھے۔ ہاشم، عبدشمس، مطلب اور نوفل چاروں بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ہر ایک نے اپنے پڑوسی بادشاہوں میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے اور انہوں نے ان کو یہ مراعات دی تھیں کہ یہ لوگ ان کے ملکوں میں ہر طرح کی تجارت اور کاروبار کر سکتے ہیں اور جس شخص کے پاس ان کا دیا ہوا امان نامہ ہوگا اسے بھی یہ رعایت حاصل تھی۔ ہاشم کے تعلقات شام کے بادشاہ سے تھے۔ عبدشمس نے حبشہ، مطلب نے یمن، نوفل نے فارس کے بادشاہوں سے اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے مراعات حاصل کر لی تھیں۔

قریش نے تجارت کے پیشہ کو کن حالات میں اختیار کیا اس کے بارے میں بھی علامہ قرطبی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ قصی نے قریش کو حرم کعبہ کے پڑوس میں لا کر آباد تو کر دیا لیکن یہاں کھیتی باڑی کا کوئی امکان نہ تھا۔ نہ پانی دستیاب تھا اور نہ زمین قابل کاشت تھی۔ ان کی معیشت کا سارا انحصار ان نذرانوں اور تحائف پر تھا جو ایام حج میں جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے آنے والے حاجی پیش کیا کرتے تھے۔ جب قریش کا کوئی خاندان مفلس اور کنگال ہو جاتا اور فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی تو اس کے افراد ایک مقررہ جگہ پر چلے جاتے، وہاں ایک خیمہ نصب کر لیتے اور اس کے اندر داخل ہو جاتے یہاں تک کہ موت انہیں اپنی آغوش میں چھپا لیتی۔

عبدِ مناف کا بلند اقبال فرزند جن کا نام عمرو تھا اور جو ہاشم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام اسد تھا۔ بنی مخزوم کے قبیلے کے ایک لڑکے سے اسد کا دوستانہ تھا۔ اس کے خاندان کو جب بھوک نے اپنے نرغہ میں لے لیا اور انھوں نے حسبِ دستور فیصلہ کیا کہ کل وہ مقررہ جگہ پر خیمہ نصب کر کے اس میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ موت ان کا قصّہ تمام کر دے۔ اپنے دوست کی یہ بات سن کر اسد کو بہت صدمہ پہنچا۔ وہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ماں نے اسد کو اس کے مخزومی دوست کے خاندان کے لیے چربی اور آٹا کی وافر مقدار دی۔ چنانچہ چند روز کے بعد جب وہ راشن ختم ہو گیا اور نوبت فاقہ کشی پر آپہنچی۔ اس نے اپنے دوست اسد کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اسد روتا ہوا اس دفعہ اپنے باپ عمرو (ہاشم) کے پاس آیا اور ساری داستان بیان کی۔ عمرو کو یہ سن کر از حد قلق ہوا۔ انھوں نے اپنے قبیلہ کا اجلاس عام طلب کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تم نے ایک ایسا طریقہ اختیار کر لیا ہے جس سے تمہاری تعداد گھٹتی چلی جارہی ہے اور دوسرے عرب قبائل کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم کمزور اور ذلیل ہو جاؤ گے اور دوسرے قبائل تم پر غلبہ پالیں گے حالانکہ تم اللہ کے حرم کے باشندے ہو اور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ معزز و محترم ہو۔ باقی تمام لوگ تمہارے پیروکار ہیں۔ یہ موت کے خیمہ میں داخلہ کی رسم تمہیں فنا کر کے رکھ دے گی۔ سامعین نے کہا آپ حکم دیں ہم آپ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ ہاشم نے کہا پہلے اسد کے دوست کے والدین کو اس ہلاکت سے چھڑا لیجئے۔ چنانچہ اسی وقت ان کے لیے خورد و نوش کا اہتمام کر دیا گیا۔ پھر ہاشم نے خود اونٹ بھیڑ بکریاں ذبح کیں۔ ان کے شوربے میں روٹی کو تر کر کے ثرید بنائی اور لوگوں کو خوب کھانا کھلایا اسی وجہ سے عمرو کا لقب ہاشم مشہور ہوا۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے :

عمرو الذی هشم الثرید لقومه ورجال مكة مسنتون عجاف

یعنی عمرو وہ ہے جس نے اپنی قوم کی ضیافت کے لیے شوربہ میں روٹی کو بھگویا، حالانکہ مکہ کے دوسرے لوگ بُری طرح قحط کا شکار تھے اور مسلسل فاقوں سے لاغر و کمزور ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ہاشم نے اپنے قبیلے کے ہر خاندان کو تجارت کرنے کی ترغیب دی۔ ہر خاندان سال میں دو تجارتی سفر اختیار کیا کرتا۔ سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے قافلے بحرِ احمر کی مشرقی بندرگاہوں سے مشرقی ممالک کا آیا ہوا مال اٹھاتے اور اسے شام اور مصر تک پہنچاتے پھر اسی طرح شام سے مال اٹھاتے اور یمن کی بندرگاہوں پر پہنچاتے۔

اس کاروبار اور تجارت سے انہیں جتنا نفع حاصل ہوتا وہ امیر غریب آپس میں برابر تقسیم کر لیتے۔ اس طرح تجارت اسکے نفع کی مساویانہ تقسیم سے چند سالوں میں سارے قریش کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ یہاں تک کہ دولت و ثروت میں عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کا ہمسر نہ تھا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے :

والخالطون فقيرهم بغنيهم حتى يصير فقيرهم كالكافی

یعنی ہم (قریش)، وہ لوگ ہیں کہ غریب کو امیر کے ساتھ حصہ دار بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ فقیر بھی کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ اسلام کا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا۔

مقصد: مکہ کے معزز قبیلہ قریش کو اپنے احسانات کی یاد دلائی جارہی ہے۔ پھر انہیں یہ سمجھایا جارہا ہے کہ اس خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تو اس کی حفاظت تمہارے ان بتوں نے نہیں کی بلکہ رب العالمین نے پرندوں کی ایک ٹکڑی بھیج کر ابرہہ کے لشکر جرار کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور اس گھر کی حفاظت فرمائی۔

تجارت کا راستہ کھول کر تمہارے لیے خوشحالی اور فارغ البالی کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے فراہم کیا۔ لوگوں کے دلوں میں تمہارا اس قدر احترام پیدا کر دیا جس کے باعث تم بڑے امن و سکون سے جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ تمہارے کاروانِ تجارت کی طرف کوئی للچائی ہوئی نظر نہیں اٹھا سکتا۔ جس نے تمہیں ان انعامات سے بہرہ ور فرمایا ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

◎

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۃ القریش مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں چار آیات ہیں

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿٢﴾

اس لیے کہ اللہ نے قریش کے دلوں میں الفت پیدا کر دی ۱؎ الفت تجارتی سفر کی جاڑے اور گرمی کے موسم میں ۲؎

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش پر گوناگوں بے شمار احسانات فرمائے ہیں' انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کے شکر گزار بندے بنتے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے بڑے ذوق و شوق سے اس کی عبادت و بندگی میں مصروف رہتے۔ اگر دوسرے احسانات انہیں یاد نہیں رہے اور ان کا شکر ادا کرنے کا احساس ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوا تو وہ اس احسان کو تو فراموش نہ کرتے کہ اس وادی غیر ذی زرع میں' اس لق و دق صحرا میں جہاں غذائی اجناس کے پیدا ہونے کا احتمال تک نہیں سامان زیست اور ضروریات زندگی کا کلیۃً فقدان ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی رزق رسانی کا بھی انتظام فرمایا کہ ان کے دلوں میں تجارت کی الفت پیدا فرما دی۔ جاڑے اور گرمی کے موسموں میں یہ الگ الگ علاقوں میں کاروبار کرنے کے لیے جاتے ہیں اور انہیں کوئی نہیں روکتا۔ رہتے یہ صحرا میں ہیں' اس کے باوجود دنیا بھر کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ مکہ کے بازاروں میں اشیائے خوردنی کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ تازہ پھلوں سے ان کی دکانیں بھری ہوتی ہیں تو انہیں چاہیے تھا کہ اس گھر کے رب کی عبادت کو اپنا شعار بنا لیتے اور کسی غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ لایلٰف پر جو لام ہے وہ لام تعلیلیہ ہے اور اس کا متعلق فلیعبدوا ہے۔ علامہ قرطبی نے بھی اسی توجیہ کو پسند کیا ہے۔ لکھتے ہیں ای فلیعبدوا ھؤلاء رب ھذا البیت لایلٰفھم رحلۃ الشتاء والصیف للامتیار (قرطبی) یعنی انہیں چاہیے کہ اس گھر کے پروردگار کی عبادت کریں کیونکہ کسب معاش کے لیے اسی نے ان کے دلوں میں سردی اور گرمی کے تجارتی سفروں کی الفت و محبت پیدا کی۔

۲؎ جس طرح تفصیل سے سورۃ کے تعارف میں بیان کیا جا چکا ہے' قریش تجارت پیشہ تھے۔ وہ سردی کے موسم میں جزیرہ عرب کے جنوبی صوبہ یمن کی بندرگاہوں میں پہنچتے۔ یہاں سے ہندوستان اور جنوبی ایشیا کے دوسرے ممالک کی مصنوعات وغیرہ موجود ہوتیں' انہیں خریدتے اور اونٹوں پر لاد کر رومی مملکت کے علاقے شام میں لے جا کر فروخت کرتے۔ اسی طرح گرمی کے موسم میں شام و فلسطین کے ٹھنڈے اور خنک علاقوں میں جاتے۔ وہاں سے مغربی دنیا کی درآمدات و مصنوعات خرید کر یمن میں لے جا کر فروخت کرتے۔ جو خرید و فروخت کی سکت نہیں رکھتے تھے وہ باربرداری میں کافی اجرت کما لیتے۔ یمن اور شام کے درمیان ایک وسیع صحرا ہے۔ یہ لوگ ہی اس کے نشیب و فراز سے واقف تھے۔ اس کو طے کرنے کا حوصلہ بھی انہی کو تھا۔ اس زمانے میں عرب میں کوئی متمدن حکومت نہ تھی۔ افراتفری کا دور دورہ تھا۔ تجارتی قافلوں کو قدم قدم پر صحرائی بدوؤں اور رہزنوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ لیکن قریش ان تمام خطرات اور راہزنی کی وارداتوں سے محفوظ تھے۔ عرب کا کوئی باشندہ ان کے قافلے کی طرف للچائی ہوئی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور ان پر دست درازی کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان تھا کہ اپنے گھر کی برکت سے جزیرہ عرب کے تمام باشندوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ

پس چاہیے کہ وہ عبادت کیا کریں اس خانہ (کعبہ) کے رب کی ۳ جس نے انہیں رزق دے کر فاقہ سے نجات بخشی ۴

وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾ ع ۱ ۲۱

اور امن عطا فرمایا انہیں (فتنہ و) خوف سے ۵

۳ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی رزق رسانی کا ایسا باعزت انتظام فرما دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ اب اسی ذات کی عبادت کریں جو اس کعبہ کا مالک ہے، جس نے ابھی چند سال پہلے ابرہہ کی یلغار سے اس کی حفاظت کی اور حملہ آوروں کو ایسی عبرتناک سزا دی کہ اب آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے گا۔

۴ یہاں من بمعنی بعد ہے۔ یعنی کافی عرصہ ان کی مالی حالت ناگفتہ بہ رہی۔ بارہا فاقہ کشی کی نوبت بھی آجاتی۔ لیکن اس نے اپنی حکمت سے ان کے دلوں میں کاروبار کی رغبت پیدا کر کے ان کو خوشحال بنا دیا۔

۵ جزیرۂ عرب میں ہر طرف بدامنی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ فتنہ و فساد کی آگ لگی ہوئی تھی۔ عام شاہراہوں پر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہتا۔ کسی مسافر کا سلامتی سے واپس گھر پہنچنا ایک معجزہ تصور کیا جاتا۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ خوفزدہ رہتا۔ شہروں اور دیہات میں بھی ہر وقت قزاقوں کے آدھمکنے کا دھڑکا لگا رہتا لیکن قریش کعبہ مشرفہ کی برکت سے جہاں جاتے ان کی عزت کی جاتی۔ ان پر دست درازی کی کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ اس نے لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام پیدا کیا تھا اور اس کی محض یہ وجہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے خادم ہیں۔

○

ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

وصل وسلم وبارک علی حبیبک الکریم محمد وآلہ واصحابہ ومن تبعہ الی یوم الدین